پروفیسر رفیع اللہ شہاب

کرایہ مکانات کی شرعی حیثیت

مضاربت کی صحیح تعریف

ھی فی اللغۃ عبارۃ ان یدفع شخص مالًا لِآخرِ لیتجّر فیہ علی ان یکون الربح بینھما علی ماشرطا والخسارۃ علی صاحب المال

(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ جلد، سوم ص ۴۲؛

(ترجمہ) لغت میں مضاربت کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص دوسرے کو تجارت کے لئے سرمایہ دے ۔ اس شرط پر کہ نفع تو ان دونوں کے درمیان بمطابق شرط تقسیم ہو گا لیکن نقصان کا ذمہ دار صرف صاحب سرمایہ ہو گا

اس نقصان کو سامنے رکھتے ہوئے امام مالک نے مضاربت کے معاملے میں صاحب سرمایہ کے لئے یہ لازمی قرار دیا کہ اگر کاروبار میں نقصان ہو جائے تو کام کرنے والے فریق کو کاروبار کے عرصے کے لئے مناسب خرچ جو معروف طریقے کے مطابق ہو دیا جائے ۔ (موطا امام مالک جلد دوم صفحہ ۸۸ مطبوعہ مصر) امام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ جلد سوم ۴۵)

اس طرح کام کرنے والے فریق کو ہر قسم کے نقصان سے بچانے کی ضمانت دینے کے باوجود بہت سے ائمہ نے مضاربت کی شرعی حیثیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا ۔ علامہ ابن حزم نے اپنی ایک کتاب مراتب الاجماع میں اس بارے وضاحت کی ہے کہ فقہ کے ہر باب کی اصل کتاب و سنت میں ملتی ہے ۔ مگر مضاربت کے معاملے کی کوئی اصل کتاب وسنت میں نہیں ملتی ۔

(نیل الاوطار جلد پنجم ص ۲۸۲)

مضاربت دراصل زمانہ جاہلیت کا ایک معاملہ تھا ۔ جسے اسلامی دور میں بھی جاری رکھا گیا تاہم اس بارے میں یہ احتیاط کرلی گئی کہ نقصان کی صورت میں کاروبار کرنے والے فریق کو تباہی سے بچا لیا جائے ۔ اس بارے میں امام مالک کا فتوی سابقہ سطور میں نقل کیا جا چکا ہے ۔ لیکن بعد میں جن حضرات نے اس اصول پر مزارعت کے معاملے کو جائز قرار دیا انہوں نے اس بارے میں خوب کھل کھیلے ۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ سب سے پہلے مضاربت کے اصول پر مزارعت کے جواز کا فتوی قاضی ابو یوسفؒ نے دیا تھا ۔ لیکن ان کا وہ فتوی اضطراری صورتوں کے لئے تھا ۔ اضطراری حالات کے لئے

Marfat.com

کسی حرام چیز کے جواز کا فتوی دیا جائے تو وہ چیز حلال نہیں ہو جاتی البتہ اس چیز کا مرتکب شرعی سزا سے بچ سکے گا ۔ لیکن بعد میں نہ صرف یہ کہ ان کے اس فتوی کا حوالہ دیکر زمین کے کرائے یعنی بٹائی کے جواز کے معاملے کو عام اسلامی قانون کے طور پر لاگو کر دیا گیا ۔ بلکہ اس مقصد کے لئے مضاربت کی تعریف میں بھی تحریف کی گئی ۔ مولانا مودودی صاحب نے زمین کے کرائے کو جائز ثابت کرنے کے لئے مضاربت کی تعریف میں یہ رد و بدل کیا :۔

"اسلامی قانون نے تجارت و صنعت اور معاشی کاروبار کے تمام شعبوں میں آدمی کو اس بات کی کھلی اجازت دی ہے کہ وہ نفع و نقصان کی شرکت کے اصولوں پر دوسروں کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کرے ۔ ایک شخص دوسرے شخص کو روپیہ دے سکتا ہے اور طے کر سکتا ہے کہ اس سے کاروبار کرکے نفع و نقصان میں آدھے یا چوتھائی کا شریک ہو ۔))

(مسئلہ ملکیت زمین از مولانا ابو الاعلی مودودی صاحب صفحہ ۵۸ ایڈیشن اول)

مضاربت اور قیاس

مضاربت کی فقہی تعریف سطور سابقہ میں بیان کی جا چکی ہے جس کے مطابق معاملے کے فریقین صرف منافع میں شریک ہونگے جبکہ نقصان سب کا سب صاحب سرمایہ کے ذمے ہو گا ۔ چونکہ اس تعریف کی موجودگی میں مضاربت کے معاملے کا اطلاق مزارعت پر پوری طرح نہیں ہو سکتا تھا ۔ اسلئے اس کی تعریف میں رد و بدل کر دیا گیا ۔ اب دیکھئے کہ امام ابو یوسف کے اس فتوی کے خلاف دوسرے فقہاء کا کیا رد عمل تھا ان کا کہنا تھا کہ مضاربت کا جواز خود مساقات کے معاملے پر قیاس کرکے ثابت کیا گیا ہے ۔ تو اس پر مزارعت کو کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے ۔ مساقات سے مراد باغوں کے درختوں کے پانی پلانا اور ان کی نگرانی کرنا ہے اور اگر ان درختوں کو درمیان زمین کا کوئی ٹکڑا خالی ہو تو اسے کاشت بھی کر لیا جائے ۔ ان کے نزدیک مزارعت کو مضاربت پر قیاس کرنا اسلئے درست نہیں کہ مضاربت کے جواز کے لئے جو عقلی وجہ پیش کی جاتی ہے وہ مزارعت کے معاملے میں نہیں پائی جاتی ۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ مضاربت میں چونکہ تجارت ہوتی ہے اور تجارت میں بعض دفعہ نفع تو درکنار الٹا راس المال میں نقصان ہو خسارہ ہو جایا کرتا ہے پھر جو شخص اپنا مال دوسرے کو مضاربت پر دیتا ہے اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر مضاربت میں خسارہ یا گھاٹا ہو جائے تو وہ تمام تر اسے برداشت کرنا پڑے

کا ۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنا مال دوسرے کو مضاربت پر کام کرنے کیلئے سرمایہ دیتا ہے ۔ تو اس معاملے میں اس کی طرف سے دوسرے کیلئے ایک قسم کا ایثار ہوتا ہے ۔ لہذا اس ایثار کی وجہ سے اس کے لئے یہ جواز پیدا ہو جاتا ہے کہ نقع کی صورت میں وہ اس کا ایک حصہ لے ۔ گویا جو نقصان برداشت کرنے کے لئے تیار ہو وہ عقلاً نفع کا بھی حقدار بن سکتا ہے ۔ اور جیسا کہ امام مالک کے حوالے سے بتایا جا چکا ہے مضاربت میں کام کرنے والا فریق اپنے کھانے پینے وغیرہ کے لئے ضروری اخراجات مضاربت کے سرمائے سے پورے کر سکتا ہے ۔ ادھر نفع ہونا بھی یقنی نہیں ہوتا لہذا مال والے فریق کی جانب سے یہ بھی ایک قسم کا ایثار ہوتا ہے جو اس کے لئے نفع میں حصہ دار ہونے کا جواز پیدا کر دیتا ہے ۔ بخلاف مزارعت کے کہ اس میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ محض کاشت کرنے سے زمین کے طول و عرض میں کمی واقع ہوگئی ہو ۔ اسی طرح کاشتکاری کے دوران مالک زمین کی طرف سے کاشتکار کے لئے خرچ وغیرہ کی کوئی رعایت نہیں ہوتی کہ جس کا بوجھ مالک زمین کو برداشت کرنا پڑے ۔ لہذا مزارعت میں جواز کی وہ عقلی وجہ موجود نہیں ہوتی جو مضاربت میں ہوتی ہے ۔ اسلئے اسے اس معاملے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ۔

شریعیت اسلامی کے اصولوں کا اگر خیال کیا جائے تو پھر بھی مزارعت کو مضاربت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ۔ مزارعت کے بارے میں خود رسول اللہ صلعم سے درجنوں اقوال منقول ہیں ۔ ان سب کو نقل کرنے کے بعد یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ یہ معاملہ شریعیت اسلامیہ میں جائز نہیں ۔ جبکہ مضاربت کے بارے میں سنت کے ذخیرے میں ایک لفظ بھی نہیں ملتا فقہاء نے قیاس کی بنیاد پر اس کا جواز ثابت کیا ہے ۔ قیاس ، احادیث کے مقابلے میں ادنٰی حیثیت رکھتا ہے ، اسلئے اگر مزارعت کو مضاربت پر قیاس کیا جائیگا تو اس سے ادنٰی معاملے کو اعلٰی معاملے پر ترجیح دی جائیگی جو خود قیاس کے اصول کے خلاف ہے ۔

مضاربت کے اصول پر سب سے پہلے جواز کا فتوی قاضی ابو یوسفؒ نے دیا تھا جس کا حوالہ دیکر اس حرام معاملے کا عام جواز ثابت کیا جاتا ہے ۔ لیکن اس باب کے شروع میں نقل کیا جا چکا ہے کہ ان کا یہ فتوی مزارعت کے معاملے کا عام اور کھلے جواز کے لئے نہیں تھا بلکہ اضطراری حالتوں کے لئے انہوں نے فتوی دیا تھا ۔ اضطراری حالت کے لئے کسی چیز کے جواز کے فتوی سے حرام چیز حلال نہیں ہو جاتی وہ حرام ہی

Marfat.com

رہتی ہے ۔ بس صرف اس چیز سے فائدہ اٹھانے والا شریعیت اسلامی کے نزدیک مجرم یا گناہگار نہیں ٹھہرتا ۔ قاضی صاحب کے اس مشروط فتوے سے اس معاملے کے جائز ہونے کی عمومیت پر دلالت کرنا کسی طور پر مناسب نہیں لیکن بہت سے حنفی فقہاء نے ایسا کیا ہے ۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کا وہ فتوی جو فتاوی عالمگیری جلد پنجم کے صفحہ ۳۴۳ پر ہے اور جسے اس باب کے شروع میں نقل کیا جا چکا ہے ۔ ان کی نظر سے نہیں گزرا تھا ۔ اسلئے اس حرام معاملے کے جواز کا فتوی دینے والے علماء سے توقع کی جاتی ہے ۔ کہ وہ قاضی صاحب کا ہی فتوی غور سے مطالعہ فرمائیں اور ان کے اسم گرامی کے حوالے سے وہ جو مزارعت کا جواز ثابت کرتے ہیں ، اس سے اپنی برأت کا اظہار فرمائیں ۔

Marfat.com

بارھواں باب

اسلام کے معاشی مقاصد

ہمارے معاشرے پر سرمایہ دارانہ کے غلبے کی وجہ سے لوگ اسلام کے معاشی مقاصد سے بے خبر ہو چکے ہیں ، اگر وہ ان مقاصد کو اپنے ذہنوں میں تازہ کر لیں ۔ تو وہ خود بخود یہ محسوس کرنے لگیں گے کہ زمین یا مکان کا کرایہ کوئی پسندیدہ آمدنی نہیں ہے ایسے نیک لوگوں کی رہنمائی کے لئے اسلام کے معاشی مقاصد کی ایک جھلک ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے ۔ جو اس بارے میں فیصلہ کرنے میں ان کی رہنمائی کریں گے ۔

بنیادی ضرورتوں کی ضمانت

اسلام کے معاشی نظام کا سب سب بڑا مقصد یہ ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کو چاہے وہ بچہ ہو یا بوڑھا، عورت ہو یا مرد ، مریض ہو یا صحتمند نیک ہو یا بدکار، کافر ہو یا مسلم بلاکسی فرق و امتیاز کے زندگی کی بنیادی سہولتیں میسر ہوں ۔ یہ بنیادی ضرورتیں تین ہیں روٹی ، کپڑا اور مکان ۔ اگر کسی انسان کو یہ تین بنیادی چیزیں مسیر نہ ہوں ۔ تو وہ نہ تو اطمینان سے کام کر سکتا ہے اور نہ ہی خوشگوار زندگی گزار سکتا ہے ۔ اس صورت حالات کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کے ذمے جو فرائض ہوتے ہیں وہ انہیں ٹھیک طرح سے پورا نہیں کر سکتا چنانچہ قرآن و سنت میں یہ تاکید کی گئی کہ ہر انسان کی یہ بنیادی ضرورتیں پوری کی جائیں اس سلسلے میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات سے رہنمائی ملتی ہے ۔

۱ ۔ وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ

(سورۃ حم سجدہ ۔ ۱۰)

(ترجمہ) اور اللہ تعالی نے زمین میں اس کے وسائل خوراک چار دنوں کے اندر ایک انداز سے رکھ دیئے ہیں ۔ سب ضرورت مندوں کے لئے یکساں ۔

Marfat.com

۲ ۔ ومامن دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقُھا (سورۃ ہود ٦)
(ترجمہ) اور زمین پر چلنے والے ہر جاندار کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالی نے اپنے اوپر لے لی ہے ۔

اللہ تعالی کی اس ذمہ داری کو اسلامی حکومت نے پورا کرنا ہوتا ہے ۔ اسلئے شریعیت اسلامی میں زمین کی ملکیت ناجائز قرار دی گئی تاکہ سب ضرورتمند اس سے فائدہ اٹھا سکیں ۔

۳ ۔ نحن نرزقُھم وایاکم ۔ (سورۃ الاسراء ۔ ۳۱)
(ترجمہ) ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی ۔

۴ ۔ و جعلنا لکم فیھا معائش و من لستم لہ براز قین ۔ (سورۃ الحجر ۔۲۰)

(ترجمہ) اور ہم نے تمہارے لئے زمین میں معیشت کے سلمان بنا دیئے اور ان کے لئے جنہیں تم روزی نہیں دیتے ۔

۵ ۔ ھو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعاً ، (سورۃ البقرہ ۔ ۲۹)
(ترجمہ) وہی ذات ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے ۔

اس موضوع پر قرآن مجید میں درجنوں آیات ملتی ہیں ۔ لیکن اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے صرف ان پانچ کو نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔ اس اہم ذمہ داری کو پورا کرنا ایک اسلامی ریاست کا اولین فرض ہے وہ حکومتی نظام کے ذریعے محروم لوگوں کو اس قابل بنائے گی کہ وہ زندگی کی یہ بنیادی ضروریات حاصل کر سکیں ۔ اس بارے میں مومنوں کو ارشاد فرمایا ہے :۔

۱ ۔ ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ (سورۃ الحج ۔ ۴۱)
(ترجمہ) اگر ہم انہیں اس دنیا میں حکومت دیں گے تو وہ نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کرینگے ۔

۲ ۔ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم و تزکیھم بھا (سورۃ التبہ ۱۰۲)

(ترجمہ) ۔ اے نبی ان کے اموال میں سے صدقہ وصول کر کے انہیں پاک کر دو اور ان میں اوصاف حمیدہ کو نشوونما دو ۔

ضرورت سے زائد مال

اسلام تمام معاملات کی تکمیل صرف اسلامی حکومت تک محدود نہیں کرتا ۔ اگرچہ یہ اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کی بنیادی ضروریات پوری کرے ۔ لیکن ساتھ ہی وہ صاحب ثروت مسلمانوں سے بھی یہ تقاضا کرتا ہے ۔ کہ وہ اس کام میں اسلامی حکومت کا ہاتھ بٹائیں اس بارے میں ارشاد ہے :۔

یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو ۔ (سورۃ البقرہ ۔ ۲۱۹)

(ترجمہ) وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں ؟ آپ فرما دیجئے جو ضرورت سے زائد ہو ۔

قرآن حکیم کا یہ ارشاد بڑا واضح ہے ۔ اور اسلامی معیشت کے بارے میں دوسری تعلیمات سے اس کی تائید ہوتی ہے ۔ لیکن ملوکیت کے زیر اثر بعض علماء نے یہ فتوی دے دیا تھا کہ قرآن کی یہ آیت آیات زکوٰۃ سے منسوخ ہوگئی تھی اور اب سرمایہ داری نظام کے علمبردار حضرات اس منسوخ ہونے والے قول پر اصرار کرتے ہیں ہمارے نزدیک قرآن مجید میں کوئی ایک آیت تو کیجا اسکا ایک لفظ بلکہ حرف تک منسوخ نہیں ہوا ۔ ایسا ماننے کی صورت میں قرآن مجید میں اختلاف ماننا پڑتا ہے جو حجیت قرآن کے خلاف ہے ۔ پھر دیکھئے بعض اہل علم کے نزدیک قرآن مجید کی پانچ سو آیات منسوخ ہیں اور بعض کے نزدیک صرف پانچ اور جس صاحب نے سب سے پہلے اس موضوع پر کتاب لکھی تھی اور جو آجکل کے نسخ کے قائل لوگوں کا بڑا سہارا ہے ۔ وہ ایک نیم پاگل شخص تھا اور آخر الامر اپنی اسی حالت کی وجہ سے اس نے دریائے نیل میں چھلانگ لگا کر خود کشی کرلی تھی ۔ اس لئے ہمارے نزدیک نہ تو یہ آیت منسوخ ہے اور نہ ہی قرآن مجید کی کوئی دوسری آیت اس زمرے کے تحت آتی ہے ۔

بعض اہل علم نے خواہ مخواہ اسے متشبہات میں شمار کیا ہے ۔ حالانکہ اس آیت میں جو حکم دیاگیا ہے وہ بالکل واضح ہے ۔ اور اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے جس میں قرآن حکیم نے مسلمانوں کو منع کیا ہے کہ دولت صرف دولتمند لوگوں کے درمیان ہی حرکت نہ کرتی رہے بلکہ اس سے معاشرے کے محروم طبقات کی ضروریات بھی پوری کی جائیں ۔

Marfat.com

دولت صرف اغنیاء کے پاس جمع نہ رہے

حکومت کے خزانے میں جو دولت جمع ہوتی ہے ۔ قرآن مجید نے اس کی تقسیم کا یہ اصول مقرر کیا ہے کہ اس بارے میں اس امر کا خیال رکھا جائے کہ یہ دولت صرف امیر گھرانوں تک ہی محدود نہ رہ جائے ۔ ارشاد ہے :۔

ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری فِاللہ و للرسول ولذی القُربی والیتٰمی والمسٰکین وابن السبیل ۔ کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم ۔ (سورۃ الحشر ۔۷)

(ترجمہ) جو کچھ پھیر دے اللہ تعالی اپنے رسول کی طرف بستیوں کے لوگوں سے وہ اللہ تعالی کے لئے ہے اوررسول کے لئے اور قرابت داروں کے لے اور مساکین اور مسافروں کے لئے تاکہ یہ دولت صرف دولتمند لوگوں ہی میں چکر نہ لگاتی رہے ۔

اس مال کو جس طرح رسول اللہ صلعم نے خرچ کیا وہ تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے ۔ آپؐ نے رہائش کے لئے ایک ایسے سادہ سے مکان پر اکتفاء کیا جو معاشرے کے ہر فرد کو میسر تھا ۔ وہی لباس استعمال کیا جو معاشرے کے ہر فرد کے لے حاصل کرنا آسان تھا ۔ آپکا کھانا بھی وہی تھا جو عام لوگوں کو میسر تھا ۔ اسلامی بیت المال کی باقی دولت کو وہ دوسرے حقدارلوں کی ایسی ضروریات پر خرچ فرماتے تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ اس معاشرے میں کوئی محروم باقی نہ رہا ۔ آپ ہر گھرانے کی یہ بنیادی ضروریات پوری کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے ۔ اور اس بارے میں حکم جاری کر رکھا تھا

من ترک کلا فالینا و من ترک مالًا فلو رھتہ

(کتاب الاموال لابی عبید صفحہ ۲۳۶)

(ترجمہ) جو شخص عیالداری قرض وغیرہ کا بوجھ چھوڑ کر مر جائے تو وہ ہمارے یعنی اسلامی حکومت کے ذمے ہوگا ۔ اور جو شخص مال چھوڑ کر مرجائے تو وہ اس کے وارثوں کا ہوگا ۔

امام ابوعبید جنہوں نے یہ حدیث حضرت ابو ھریرہ سے روایت کی ہے وہ اسی مفہوم کی ایک دوسری حدیث مقدام بن معدی کرب سے روایت کرتے ہیں پھر ان احادیث میں وارد لفظ "کل" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس سے مراد کسی مرنے والے کی عیالداری اور دوسری تمام ذمہ داریاں ہیں ۔ (ایضاً)

افراد معاشرہ کے حقوق میں توازن و تناسب

اس کے ساتھ قرآن مجید میں مسلمانوں کو یہ حکم بھی دیا گیا کہ لوگوں کے درمیان حقوق میں توازن و تناسب قائم کیا جائے اور ہر ایک کا حق بے لاگ طریقے سے دیا جائے ۔ ارشاد ہوا :۔

ان اللہ یا مرکم بالعدل و الاحسان و ایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون (سوۃ النحل۔ ۹۰)

(ترجمہ) اللہ تعالی لوگوں کے درمیان عدل و احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے ۔ وہ تمہیں بدی ، بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق حاصل کرو ۔

بعض علماء نے اس آیت میں عدل سے لوگوں کے درمیان حقوق میں توازن و تناسب مراد لیا ہے ۔ جبکہ کچھ نے عدل کا مفہوم انصاف لیتے ہوئے لوگوں کے درمیان حقوق کی برابر تقسیم مراد لی ہے ۔ جیسا بھی ہو معاشرے کے محروم افراد کی حالت سنوارنے کی ذمہ داری حکومت پر بھی ڈالی گئی اور مومنوں پر بھی ۔ اور اسی مقصد کے پیش نظر انہیں اپنی ضرورت سے زائد دولت جمع کرنے کی اجازت نہ دی گئی ۔

دولت جمع کرنے کی ممانعت

شریعت اسلامی نے دولت کمانے پر کوئی پابندی نہیں لگائی ۔ لیکن اس کے خرچ پر ضرور پابندی لگاتی ہے ۔ وہ مسلمانوں کو فضول خرچی سے روکتی ہے ۔ اس بارے میں ارشاد ہے ۔

ویل لکل ھمزۃ لمزۃ الذی جمع مالًا وعددہ یحسب ان مالہ اخلدہ کلا لینبذن فی الحطمۃ (سورۃ الھمزہ ۔ ۱ ۴)

(ترجمہ) خرابی ہے ہر اس شخص کے لئے جو عیب چین اور بدگو ہے ۔ جس نے مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا ۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ باقی رکھے گا ۔ ہرگز نہیں وہ پھینکا جائیگا توڑ ڈالنے والی آگ میں ۔

اور پھر فرمایا :

Marfat.com

والذین یکنز ون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم (سورۃ التوبہ ۔ ۳۴)
(ترجمہ) اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں درد ناک عذاب کی بشارت دے دو ۔

ان ارشادات ربانی سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے پاس جو مال و دولت اس کی ضروریات سے بچ جائے وہ اس کے پاس اللہ تعالی کی جانب سے سونپی گئی امانت ہے جو اس نے اللہ تعالی کے احکامات کے مطابق خرچ کرنی ہوگی ۔ ہمارے موجودہ دور کے علماء کی اکثریت سرمایہ داری نظام کی علمبردار بن کر ان اسلامی تعلیمات کو بھول چکی ہے ۔ لیکن ایک نسل پہلے تک کے علماء اس بارے میں وہی نقطہ نظر رکھتے تھے جو ہم نے پیش کیا ہے اس سلسلے میں ہندو پاک کے ایک مقتدر عالم دین مولانا محمود الحسن صاحب فرماتے ہیں :

"جملہ اشیاء عالم بدلیل فرمان واجب الاذعان خلق لکم مافی الارض جمیعاً تمام بنی آدم کی مملوک معلوم ہوتی ہیں یعنی غرض خداوندی تمام اشیاء کی پیدائش سے رفع حوائج جملہ ناس ہے اور کوئی شی فی حد ذاتہ کسی کی مملوک نہیں ۔ بلکہ ہر شے اصل خلقت میں جملہ ناس میں مشترک ہے ۔ اور من وجہ سب کی مملوک ہے ، ہاں بوجہ رفع نزاع وحصول انتفاع قبضہ کو علت ملک مقرر کیا گیا اور جب تلک کسی شے پر ایک شخص کا قبضہ نامہ مستقلہ باقی رہے اس وقت تک کوئی اور اس میں دست درازی نہیں کر سکتا ۔ ہاں خود مالک و قابض کو چاہیے کہ اپنی حاجت سے زائد پر قبضہ نہ رکھے ۔ بلکہ اس کو اوروں کے حوالے کر دے ۔ کیونکہ ، باعتبار اصل اوروں کے حقوق اس کے ساتھ متعلق ہو رہے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ مال کثیر حاجت سے زائد رکھنا بہتر نہ ہوا ۔ گو زکواۃ بھی ادا کر دی جائے ۔ اور اتقیاء وصلحاء اس سے بغایت مجتنب رہے ۔ چنانچہ احادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے ۔ کہ بعض صحابہ و تابعین وغیرہ نے حاجت سے زائد رکھنے کو حرام قرار دیا ۔ بہ کیف غیر مناسب و خلاف اولی ہونے میں تو کسی کو کلام ہی نہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زائد علی الحاجت سے اس کی تو کوئی غرض متعلق نہیں اور اوروں کی ملک من وجہ اس میں موجود تو گویا شخص مذکورہ من وجہ مال غیر پر قابض و متصرف ہے اور اس کا حال بعینہ مال غنیمت کا تصور کرنا چاہیئے وہاں بھی قبل تقسیم یہی قسم ہے کہ کل مال غنیمت تمام

Marfat.com

مجاہدوں کا مملوک سمجھا جاتا ہے ۔ مگر بوجہ ضرورت و حصول انتفاع بقدر حاجت ہر کوئی مال مذکور سے منتفع ہو سکتا ہے ہاں حاجت زائد جو رکھنا چاہے اس کا حال آپ کو معلوم ہے کہ کیا ہونا چاہیے (یعنی خائن شمار ہوگا)"۔

(ایضاح الادلۃ صفحہ ۲۶۸ بحوالہ اسلام کا اقتصادی نظام مصنفہ مولانا محمد حفیظ الرحمٰن سیوہاروی صفحات ۴۲ ، ۴۳)

اپنے اس ارشاد میں جو قدیم اردو زبان میں ہے شیخ الہند صاحب واضح الفاظ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ، ہماری ضرورت سے جو زائد مال ہے اس پر ہمارا کوئی حق نہیں ہے ۔ شرعی احکامات کے مطابق وہ ان لوگوں کی ملکیت ہے ۔ جو ان ضروریات سے محروم ہیں ۔ اگر کوئی مسلمان یہ مال انؑ کے حوالے نہیں کریگا تو شریعیت اسلامی کی رو سے خائن تصور ہو گا ۔

استاد مکرم مولانا شاہ محمد جعفر پھلواری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ صرف شیخ الہند مولانا محمود الحسن ہی کا نقطہ نظر نہیں تھا بلکہ اس دور کے سب علمائے دین ، ضرورت سے زائد مال کے بارے میں ایسا ہی عقیدہ رکھتے تھے ۔ اس بارے میں وہ اپنے ایک استاد کا ذکر فرماتے تھے ۔ کہ وہ ہمیشہ اسی عقیدہ کا پرچار کرتے رہتے تھے ۔ لیکن انہوں نے اپنا ایک ضرورت سے زائد مکان کو کرائے پر دے دیا تھا ۔ ہم سب حیران تھے کہ اتنے نیک وپارسا انسان ہونے کے باوجود انہوں نے اپنے عقیدے کے خلاف یہ طرز عمل اختیار کرکے کوئی اچھا کام نہیں کیا ۔ لیکن ان کی جلالت شان کی وجہ سے کسی کو اس بارے میں ان سے کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوتی تھی ۔

چند سال بعد وہ خود کرایہ دار کے پاس حاضر ہوئے ۔ ان کے پاس مکانؔ کی رجسٹری تھی ۔ انہوں نے فرمایا کہ کرایہ دار ہر ماہ جو کرایہ دیتا تھا وہ اسے مٹی کے ایک گھڑے میں جمع کرتے رہے ۔ اب جو اس رقم کو گنا تو وہ اس کے برابر تھی جو انہوں نے اس مکان پر خرچ کی تھی ۔ اس لئے آج سے اس مکان کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں رہا ۔ اور مکان کی رجسٹری کرایہ دار کے حوالے کرکے اسے مالک مکان بنا دیا ۔

ہماری پچھلی نسل کے ان علماء کا یہ طرز عمل ہماری کافی رہنمائی کرتا ہے ۔ ان کا یہ طرز عمل ان اسلامی تعلیمات کے عین مطابق تھا ۔ جن کی تفصیلات سابقہ صفحات میں

گزر چکی ہے ۔ وہ ہر مسلمان کی ضرورت سے زائد آمدنی میں دوسرے ضرورتمند مسلمانوں کا حق تسلیم کرتے تھے ۔ اس تصور کے مطابق اگر کسی مسلمان کے پاس اس کی ضرورت سے زیادہ مکان ہے ۔ تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے ضرورتمند بھائیوں کو بغیر کرائے کے استعمال کرنے دے ۔ اور اگر بعض وجوہات کی بنا پر وہ کرایہ لیتا ہے تو اسے وہی طرز عمل اختیار کرنا چاہیے جو استاد مکرم مولانا شاہ جعفر پھلواری صاحب کے استاد نے کیا تھا ۔ کہ جب کرائے کے ذریعے مالک مکان کو اتنی رقم حاصل ہو جائے کہ جتنی اس نے اس مکان پر خرچ کی ہے ، تو پھر اس کی ملکیت متعلقہ کرایہ دار کو منتقل کردے ۔ ہمارے علماء حضرات اگر سرمایہ داری نظام کے دفاع میں قرآن و سنت کی واضح تعلیمات کی تاویلات کرنے پر مجبور ہیں تو انہیں اپنے سے پہلی نسل کے علمائے دین کے طرز عمل کا مطالعہ کرکے اسے اپنانا چاہیے ۔ تو پھر ان میں سے کوئی بھی زمین یا مکان کے کرائے کے جواز پر اصرار نہیں کرے گا ۔

خلاصہ بحث

سابقہ ابواب میں مکانات کے کرائے کی شرعی حیثیت کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس معاملے کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے حالانکہ حلال و حرام کے بارے میں اسلام کی تعلیمات بڑی واضح ہیں اسلئے یہ اختلاف نہیں ہونا چاہیے تھا جو اہل علم مکانات کے کرائے کے حرام ہونے کے قائل ہیں ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ یہ سود کی تعریف میں آتا ہے اور پھر اس کی تائید میں وہ اس حدیث شریف کو پیش کرتے ہیں جس میں خود رسول اللہ صلعم نے مکہ مکرمہ کے مکانات کرایوں کو سود قرار دیا تھا ۔ یہ حضرات عقلی اور نقلی دلائل سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ مکانات کا کرایہ سود ہے ۔ اسلئے اگر کسی مسلمان کے پاس اس کی ضرورت سے زیادہ مکان ہو تو وہ کسی ضرورت مند مسلمان کو بلا کرایہ اس سے فائدہ اٹھانے دے ۔

جو حضرات مکانات کے کرائے کو جائز قرار دیتے ہیں ، وہ مکہ مکرمہ کے مکانات کے کرائے والی حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں ۔ اور اس مقصد کے لئے زمین کے کرائے یعنی بٹائی کے معاملے سے استدلال کرتے ہیں جو ان کے خیال کے مطابق شریعت اسلامی میں جائز ہے ۔ مکہ مکرمہ کے مکانات کے کرائے کو سود قرار دینے والی حدیث کے راوی امام ابو حنیفہؒ ہیں ۔ جو حنفی فقہ کے بانی ہیں ۔ اور اس وقت ساری

Marfat.com

دنیا کے کروڑوں مسلمان ان کی فقہ کے پیرو کار ہیں اسلئے جو اہل حدیث علماء ان کی روایت کردہ حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں وہ صحیح نہیں کیونکہ خود امام ابو حنیفہؒ احادیث روایت کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے ۔ اور انہوں نے کبھی کوئی ضعیف حدیث روایت نہیں کی ۔ بلکہ ائمہ حدیث کی بہت سی روایت کردہ احادیث کو انہوں نے ضعیف قرار دیا ۔ جس کی وجہ سے ان کے اور ائمہ حدیث کے درمیان اختلاف کی خلیج وسیع ہوتی گئی ۔

مکانات کے کرایہ کو جائز سمجھنے والوں نے اس کے جواز کے لے زمین کے کرائے یعنی بٹائی کے معاملے سے اس کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کی ۔ لیکن ایسی صحیح احادیث دخیرہ احادیث میں موجود ہیں ۔ جن میں خود رسول اللہ صلعم نے بٹائی کے معاملے یعنی زمین کے کرائے کو اپنی زبان مبارک سے سود قرار دیا تھا ۔ لیکن حیرت کی بات ہے ۔ کہ مکانات کے کرایہ کا جواز تلاش کرنے والے ان احادیث سے چشم پوشی کر جاتے ہیں ۔ کیونکہ یہ ان کے مسلک کو غلط ثابت کرتی ہیں ۔ چنانچہ اس مقصد کے لے کتاب کے چھٹے باب میں تمام احادیث کو پیش کرکے ان میں تضاد کو رفع کیاگیا ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے ۔ کہ شریعت اسلامی میں زمین کا کرایہ بھی حرام ہے ۔ اس کی تائید میں علمائے عرب کے فتادی بھی اس کتاب میں شامل کئے گئے ہیں ۔

کرایہ زمین کی بحث چلی تو اس سے زمین کی شرعی حیثیت کے تعین کا سوال پیدا ہوا ۔ اسلامی قانون کے مطابق زمین کی دو قسمیں ہیں ایک عشری اور دوسری خراجی ۔ جہاں تک زمین کو کرائے یا بٹائی پر دینے کا تعلق ہے ۔ تو اس کا اطلاق صرف عشری اراضی پر ہوتا ہے ۔ خراجی اراضی اسلامی مملکت کی ملکیت ہوتی ہیں کوئی فرد ان کا مالک ہو نہیں سکتا ۔ اسلئے کرائے پر دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ ہمارے ملک کی اراضی خراجی کے ذیل میں آتی ہیں ۔ اس بارے میں شرعی احکامات کی تفصیلات بھی پیش کی گئی ہیں اور دنیائے عرب کے ایک مقتدر عالم دین علامہ محمد المنتصر الکتانی کے ایک مقالے کا ترجمہ بھی کتاب میں شامل کیاگیا ہے ۔ جس میں انہوں نے ہمارے ملک کی اراضی کے بارے میں وہی فتوی دیا ہے ، جس کی تفصیلات ان اراضی کے شرعی احکامات کے ذیل میں بیان کی گئی ہیں اسلئے ایسی اراضی یا ان پر تعمیر کردہ مکانات کو کرائے پر دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔

Marfat.com

زمین کے کرائے کے جواز کے بارے میں حنفی فقہ کے ایک امام قاضی ابو یوسف کے ایک فتوے جس میں انہوں نے مضاربت کے اصول پر مزارعت یعنی زمین کے کرائے کے جائزے ہونے کا فتوی دیا تھا ، استدلال کیا جاتا ہے ۔ خیال رہے کہ اہل سنت کے چاروں فقہی مذاہب کے بانی ائمہ امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ اورامام احمدؒ کے نزدیک بٹائی کا معاملہ یا زمین کا کرایہ ناجائز اور حرام ہے ۔ قاضی ابویوسف صاحب نے اس کے جواز کا جو فتوی دیا تو انہوں نے اس حرام کو حلال قرار نہیں دیا تھا ۔ بلکہ اسے آخر دم تک حرام ہی سمجھتے رہے اسلئے انہوں نے ایسا معاملہ کرنے والے کی دعوت کو فاسق کی دعوت سے تشبیہ دیتے ہوئے قبول کرنے سے منع کردیا تھا ۔ دوسرے الفاظ مین ان کا فتوی اضطراری حالات کے لئے تھا کہ جس حالت میں مجبور شخص کے لئے مردار کا کھانا جائز ہو جاتا ہے ۔ لیکن بعد کے فقہاء نے اور ہمارے زمانے کے علماء نے ان کا پورا فتوی دیکھنے کی بجائے ان کے اضطراری حالت والے فتوی کو عام جواز کا فتوی قرار دیکر زمین کے کرائے کو حلال تصور کر لیا ۔ اگروہ قاضی صاحب کا وہ فتوی دیکھ لیتے جو انہوں نے ایسے شخص کی دعوت کے بارے میں دیا تھا ۔ تو پھروہ ان کے فتوی کے عام اطلاق کی جرأت نہ کرتے ۔ ان تفصیلات سے یہ ثابت کیا گیا ہے ۔ کہ احادیث میں جو زمین کو کرائے کو سود قرار دیا گیا ہے تو انکی روشنی میں اسلامی فقہ کے تمام ائمہ نے اس معاملے کو حرام قرار دے دیا تھا ۔

اجارہ کے حوالے سے جو مکان کے کرائے کو جائز ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے تو اس سے بھی استدلال صحیح نہیں ہے ۔ کیونکہ اجارہ سے مراد اجرت پر کام کرنا ہے یعنی حجام ، لوہار، بڑھی یا کوئی اور جو کام کرتا ہے تو وہ اپنی محنت کی اجرت لیتا ہے لیکن زمین کے کرائے میں محنت کی اجرت نہیں ، بلکہ زمین کی شکل میں سرمائے کی اجرت ہوتی ہے ، جو اصطلاح میں سود کہلاتی ہے ۔ ہاں اجارہ کے حوالے سے اس بارے میں استدلال کیا جا سکتا ہے کہ کسی کاشتکار کو اجرت ادا کرکے کاشتکاری کا کام کرایا جائے سود کے احکامات نازل ہونے سے پہلے اس قسم کے معاملات دور رسالت میں بھی ہوتے تھے لیکن بعد میں ان سے منع کردیا گیا ۔

آجکل تو خالص سودی معاملات کے جواز کے فتوے جاری کئے جارہے لیکن خود ہمارے علماء کی سابقہ نسل ان اسلامی تعلیمات پر دل وجان سے عمل کرتی تھیں ۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ایک مسلمان کی اصل ملکیت اس حد تک ہے ۔ کہ جن چیزوں سے وہ خود

Marfat.com

فائدہ اٹھا سکے جو کچھ اس کی ضرورت سے زائد ہو، اس میں دوسرے ضرورتمندوں کا حق ہے ۔ اس بارے میں اسلام کے معاشی مقاصد بتائے گئے ہیں ۔ جن کے مطابق روٹی ۔ کپڑے اور مکان کی ضروریات پوری کرنا اسلامی حکومت کے فرائض میں سے ہے ۔ اس کام میں نیک مسلمانوں کو بھی حکومت کی مدد کرنی ہوگی ۔ انہی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رسول اللہ صلعم نے ان بنیادی ضرورتوں کی حد تک اپنے آپ کو اس سطح تک محدود رکھا کہ جو ایک عام آدمی کی ضروریات تھیں ۔ مساوات کے اس اصول پر عمل کرنے سے ہر آدمی کی مکان کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے ۔ اسلام میں آٹھ اٹھ دس دس کنال رقبہ کی کوٹھیوں کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ دوررسالت میں اگر کوئی صحابی اس طرح کا مکان تعمیر کر لیتا کہ جس سے اسے دوسروں پر فوقیت حاصل ہو جاتی تو رسول اللہ صلعم اس کا سماجی بائکاٹ کر دیتے ۔ اس سماجی بائیکاٹ کی تفصیلات بھی کتاب میں پیش کی گئی ہیں ۔ موجودہ زمانے کے تقاضے کچھ بدل گئے ہیں ۔ اب پہلے کی نسبت کرائے کے لئے زیادہ مکانات کی ضرورت ہے ۔ تو جہاں تک ایسے کرایہ داروں کا سوال ہے جو کسی شہر میں مستقل رہنے والے ہیں لیکن غربت کی وجہ سے مکان تعمیر نہیں کرسکتے ۔ تو حکومت کو مکان تعمیر کرنے میں ان کی ہر طرح سے مدد کرنی چاہیے ۔ دوسرے لوگوں کی ضروریات کے لئے حکومت ہر شہر میں مکانات و دوکانات کی تعمیر کیلئے ایک علیحدہ ادارہ قائم کر سکتی ہے ۔ اور یہ کام وہاں کی میونسپل کمیٹیوں کو بھی سونپا جا سکتا ہے یہ ادارے مختلف شہروں میں مکانات کی تعمیر کے ذمہ دار ہوں اور ضرورتمندوں کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کریں ۔

ہمارے ہاں جو یہ اسلوب اپنالیا گیا ہے ۔ کہ مکانات کے کرائے کے ذریعے تجوریوں کو بھرا جائے ۔ اور سرمائے کے زور پر زیادہ سرمایہ کمایا جائے تو عملاً اس میں اور سودی معاملات میں کوی فرق نہیں ۔ دونوں ضرورتمندوں اور محروموں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر دولت جمع کرنے کی ترغیب دیتے ہیں ۔ اسلئے اسلام میں سود بھی حرام ہے اور دولت جمع کرنا بھی ۔ اسلئے ۔ جو ہمارے بھائی سچے دل سے اسلام قبول کرتے ہیں ، انہیں ان برائیوں سے بچنا چاہیے ۔ دولت جمع کرنے کی بجائے اسے انسانیت کے بھلائی کے کاموں پر صرف کرنا چاہیے ۔

Marfat.com

کرایہ مکانات کی شرعی حیثیت